ماہ لقا چندا بائی: اردو کی اولین نسائی آواز

کلیدی الفاظ:#متمول، # ناعاقبت اندیشی # تغلب، # دل برداشتہ، #نفس کشی # زلف گرہ، # حرب

ڈاکٹر علی احمد ادریسی

شعبۂ اردو۔ دہلی

یونی ورسٹی، دہلی

Abstract:

born Chanda Bai※(August 1824–April(7Mah Laqa Bai and sometimes referred to as Mah Laga Chanda,was an Indian 18th century Urdu feminist poet,tawaif and she became the,philanthropist based in Hyderabad.1824 first feminist poet to have a diwan named (aGulzar-e-Mahlaqa.She lived in a period when daccani was making its transition into the highly(version of Urdu Persianized Urdu.Her literary contributions provide insight into such linguistic transformations in southern ruler of Hyderabad,appointed her to,India.The Nizam the Omarah,and as a close affiliate at the court,she was discussed on state policies and accomplished assigned diplomatic engagements.An expert in spear throwing and archery,she accompanied Nizam II in three

She.battles.Mah laqa was frequently consulted by rulers and bequeathed her properties that includeddied in 1824 land,gold,silver and diamond-studded jewellery to homeless women.Mah Laqa of Deccan was the contemporary of renowned poets like Mir Taqi Mir,Mirza Mohammad Rafi Sauda and Khwaja Mir Dard in North India.Indeed she was a great feminist poet as well as a great human beings

۱۸۰۲ء میں دکن کے دوسرے آصف جاہی سلطان میر نظام علی خاں کے دربار میں فارس کے نئے برس کی تقریب کے دوران فوجیوں ، اُمراء اور درباریوں کو تحائف ،القاب اور انعامات کے ساتھ اعزاز سے نوازنے کے لیے ایک خاص پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔جس میں متعدد لوگوں کے علاوہ ایک خاتون چندا بی بی المخاطب ماہ لقا بائی کو ان کی نمایاں خدمات ،خصوصیات اور صلاحیتوں کی بنیاد پر ماہ لقا کے شاہی خطاب سے نوازا گیا ۔ماہ لقا اپنے زمانے کی سب سے زیادہ با اثر خاتون ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین شاعرہ ،سیاسی مشیر ،مدبر ایک کامیاب سپاہی ،گھڑسوار اور تعلیم نسواں کی علم بردار تھیں۔ ماہ لقا کی پیدائش ایک گجراتی خاندان میں ۴؍ اپریل ۱۷۶۸ء میں اور وفات ۱؍اگست ۱۸۲۴ء میں ہوئی۔دانشوروں کے نزدیک ایک زمانے تک ماہ لقا کو پہلی صاحب دیوان شاعرہ قرار دیا جاتا رہا

ہے مگر جب مولوی نصیر الدین ہاشمی نے لطف النساء امتیاز کا دیوان دریافت کیا تو صاحب دیوان ہونے کی اولیت لطف النساء امتیاز کو حاصل ہوگئی۔ بہر حال اس انکشاف سے چندا کی عظمت اور ان کے کلام کی قدامت پر حرف نہیں آتا۔ چندا کے حالاتِ زندگی کے بارے میں بہت مختصر معلومات ہمیں دکن کے تذکروں اور تواریخ میں ملتی ہیں۔ تاہم ان کی تفصیلی واقعاتِ حیات دکن کی مشہور تاریخ 'ماہ نامہ' از منشی غلام حسین خاں بیدری ۱۸۰۷ء اور غلام صمدانی گوہر کی تالیف 'حیات ماہ نامہ' میں موجود ہیں حالیہ زمانے میں چندا سے متعلق جو کتابیں شائع ہوئی ہیں ان میں ڈاکٹر ثمینہ شوکت کی مہ لقا ،راحت عزمی کی 'ماہ لقا حالات زندگی مع دیوان' اور پروفیسر شفقت رضوی کی 'دیوان مہ لقا بائی چندا' کے نام قابل ذکر ہیں۔ ماہ لقا کی پیدائش کے بعد ان کے والد نے انھیں بے گھر کر دیا تھا اسی دوران میر نظام علی خاں آصف جاہ دوم کے وزیر اعظم موسی خاں مشہد المعروف رکن الدولہ نے ان کی پرورش کی۔ ماہ لقا نے فن موسیقی ورقص اکبر کے دربار کے مشہور موسیقار تان سین کے پوترے خوش حال خاں سے سیکھا اور ان میں انتہا درجہ کی مہارت حاصل کی۔ ماہ لقا کو دھرپد، خیال اور ٹپہ میں بڑا کمال حاصل تھا جس میں انھوں نے کئی اضافے بھی کیے تھے۔

(بحوالہ ماہ لقا۔ حالاتِ زندگی مع دیوان)

آصف جاہی دور سلطنت میں ماہ لقا کو امرا و سلاطین کا اعزاز حاصل تھا وہ شاہی دربار میں رقص و سرور کی محفلوں میں سب کا دل جیت لیا کرتی تھیں۔ ۱۹۹۱ء میں چندا کا دیوان مجلس ترقی ادب لاہور سے شائع ہوا جسے شفقت رضوی نے مرتب کیا ہے۔

ماہ لقا کا جب بھی تذکرہ کیا جاتا ہے تو ان کے نام کے ساتھ اکثر ''طوائف'' کا لفظ جوڑ دیا جاتا ہے جو درست نہیں ہے وہ شاہی دربار اور امراء کی مہذب محفلوں میں اپنے فن کا مظاہرہ کرتی تھیں اور داد و دولت حاصل کرتی تھیں اس زمانے میں خواتین کا گانا بجانا زیادہ معیوب سمجھا جاتا تھا اسی سبب چندا کے ساتھ طوائف کا تمغہ لگ گیا حالانکہ وہ ایک باہنر اور باکمال فنکار تھیں نہ کہ پیشہ ور۔

چندا کی تعلیم و تربیت اور اس کے اخلاق و آداب کا تذکرہ کرتے ہوئے پروفیسر شفقت رضوی لکھتے ہیں:

''چندا ایک غیر معمولی عورت تھی۔ اس
نے جس انداز سے پرورش پائی اور
تربیت حاصل کی ان کی وجہ سے ایسے
اوصاف حمیدہ پیدا ہوگئے تھے جو
شاہوں کے لیے باعث رغبت ہوتے
ہیں وہ طبعاً خوش مزاج، بذلہ سنج، لطیفہ

گو، شوخی پسند، شوخ وشریر، حاضر
جواب اورفقرہ بازتھی اس کی آواز میں
جادوسااثر تھا۔‘‘

چندا کو دربار شاہی کی جانب سے بے شمار جائیدادیں اور جاگیریں عطا کی گئی تھیں میر نظام علی خان آصف جاہ دوم جب بھی سفر کرتے تھے ماہ لقا کو بھی اپنے قافلہ میں خصوصیت کے ساتھ شریک سفر کرتے تھے۔ مورخین کا بیان ہے کہ چندا کم سے کم تین معرکوں میں آصف جاہ ثانی کے نہ صرف ہمراہ تھی بلکہ ہاتھی پر سوار ہوکر بہ نفس نفیس ان جنگوں میں حصہ بھی لیا تھا۔ حیدرآباد اوراس کے گردونواح میں آج بھی ماہ لقا کی جائیدادیں دیکھی جاسکتی ہیں جس جگہ عثمانیہ یونیورسٹی قائم ہے اس قسم کی بہت سی جائیدادیں ماہ لقا کی تھیں نیز موجودہ English and foreign languages university کے کیمپس کی جائیدادیں ماہ لقا کی تھیں اس کیمپس میں ماہ لقا کے نام سے ایک باؤلی بھی واقع ہے۔ ماہ لقا صاحب ثروت ہونے کے ساتھ ساتھ بے انتہا فیاض تھیں ان کی فیاضی کا عالم یہ تھا کہ وہ عالموں، شاعروں اور مشائخ کی ہر وقت امداد اور دستگیری کرتی رہتی تھیں ہر سال مختلف تقاریب میں وہ فقرا، حفاظ، مشائخین کو دعوت دیتیں اور تمام مشائخین شہر کے گھروں میں ہر فرد وخاندان کو ایک ایک سیر مٹھائی روانہ کرتیں تھیں۔ ہر ایک کے لیے اکل وشُرب کا انتظام رہتا تھا ان حاضرین میں مساکین، غربا اور معذورین کی

تعداد بھی ہوتی تھی اور کبھی کبھی یہ تعداد ستر ہزار تک پہنچ جاتی تھی (بحوالہ محی الدین قادری زور ۔افادات زور شخصیات جلد چہارم صفحہ نمبر ۶۳) ماہ لقا نہایت رحم دل اور خدا ترس تھیں دریا دلی سے ضرورت مندوں میں اپنی دولت لٹایا کرتی تھیں لیکن اس کے باوجود ان کا خزانہ کبھی خالی نہیں ہوا۔ان کے تمول کا یہ حال تھا کہ سونے چاندی میں کھیلنے اور زروجواہر لٹانے کے باوجود انتقال کے وقت ان کی جاگیر باغات اور عمارتوں کو چھوڑ کر صرف نقد رقم ایک کروڑ سے زائد تھی۔

چندا کو علم وادب اور فنون لطیفہ میں خاصی دلچسپی تھی ان کے ذاتی کتب خانے سے تمام علوم وفنون کی کتابیں جمع تھیں بقول قادری زور ''چندا اس دور کی ایسی عورت تھی جس نے اپنی علم دوستی، سرپرستی اور فضل وکمال کے باعث حیدرآباد کی نیک نامی میں اضافہ کیا۔'' چندا کے ہم عصر شعرا میں شیر محمد خاں ایمانؔ، چندولال شاداںؔ، محمد صدیق قیسؔ دکن میں شعروادب کی آبیاری کررہے تھے جبکہ شمالی ہند میں میر، سودا، درد جیسے شعرا داد سخن دے رہے تھے اور جن شعرا نے دکن کی جانب ہجرت کی ان میں حافظ تاج الدین مشتاق، ذوالفقار علی خاں صفاؔ، شاہ نصیرالدین نصیرؔ شیخ حفیظ دہلوی کے نام اہم ہیں۔ چندا کو دکن اور شمالی ہند کے باکمال سخنوروں، ادیبوں اور عالموں کی صحبت حاصل رہی ہے اور ان سے اکتساب فیض بھی حاصل رہا ہے۔ چندا کے قدردانوں اور شیدائیوں میں سلاطین وزرا اور امراء کے علاوہ شعرا اور

ادیب بھی شامل تھے ۔یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ چندا کے اساتذۂ سخن بھی ان پر فریفتہ اس سلسلے میں میر عالم کا نام بطور خاص لیا جاسکتا ہے بقول ثمینہ شوکت :

''میر عالم کی توجہ ماہ لقا پر قدردانی کی حد سے بڑھی ہوئی تھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ماہ لقا میر عالم کے دل ودماغ پر چھاگئی تھی ۔اس کی ایک ایک ادا ایک ایک عشوہ پر وہ دل وجان نثار کرتے تھے''

(بحوالہ مہ

لقابائی چندا کی زندگی اوراس کا کلام ۱۹۵۹)

پروفیسر ثمینہ شوکت کے اس قول کی صداقت موصوف کی ایک فارسی مثنوی سراپائے مہ لقا سے دی جاسکتی ہے ۱۲۲۳ اشعار پر مشتمل اس مثنوی سے میر عالم کی وارفتگئ شوق کا پتہ چل جاتا ہے ۔اس فہرست میں مہاراجہ چندولال کا بھی نام لیا جاسکتا ہے جو چندا کی زلفوں کے اسیر تھے ان کے دیوان میں چندا کی تعریف وتوصیف میں مکمل ایک غزل ہے۔فرماتے ہیں۔

نہیں ہے چین بن دیکھے
ترے اے مہ لقا مجھ کو

درس کا میں تو پیاسا ہوں

درس اپنا دکھا مجھ کو

اسی طرح جن شعرا نے چندا کی مدح کی ہے یا ان کے کلام میں چندا کے حسن وسیرت کا والہانہ اظہار ملتا ہے ان میں شیر محمد خاں ایماں، گوئند بخش ضیائی، غلام حسین خاں گوہر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان تمام شعرا وامرا کے والہانہ جذبات عشق کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چندا اپنے عہد کی کلوپٹرا تھی اور اس کے حسن کے افسانے جگہ جگہ مشہور تھے۔ چندا کے دیوان کے نسخوں کا پتہ چلتا ہے۔ اولین نسخہ گلزار ماہ لقا کے نام سے ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا ہے۔ دوسری بار پروفیسر ثمینہ شوکت نے ۱۹۵۹ء میں مہ لقا کے نام سے شائع کیا تیسری بار پروفیسر شفقت رضوی نے اپنے عالمانہ مقدمے کے ساتھ ۱۹۹۰ء میں شائع کیا اور چوتھی بار ۱۹۹۸ء میں راحت عزمی نے شائع کیا۔ ڈاکٹر راحت سلطانہ اپنے ایک مضمون میں چندا کی شاعری بالخصوص غزل کے حوالے سے یوں گویا ہیں ”چندا صنف غزل کی رسیا تھی اس کے دیوان میں غزل کے علاوہ کوئی اور صنف نہیں ملتی ہر غزل میں اس نے ۵ شعر کا التزام روا رکھا ہے اس کی وجہ غالباً پنج تن سے عقیدت ہے اس کے دیوان میں جملہ ۱۲۵ غزلیں ہیں۔ چندا کا کلام اس کے مشاہدات، تجرباتِ زندگی اور قلبی واردات کی ترجمانی کرتا ہے۔ سادگی بیان، لطافت زبان اور نغمگی وموسیقیت اس کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ اس بیان کی تصدیق ذیل

کے اشعار سے کی جاسکتی ہے۔

عالم تری نگہ سے ہے سرشار دیکھنا　　میری طرف ٹک تو، بھلا یار دیکھنا

چندا کے اس شعر کو پڑھتے ہوئے مومن کے اس شعر کو بھی ذہن میں رکھنا چاہئے۔

غیروں پہ کھل نہ جائے کہیں راز دیکھنا　　میری طرف بھی غمزۂ غماز دیکھنا

بہرحال چندا کی غزلوں کے دو تین اشعار مزید پیش کرتا ہوں۔

ہماری چشم نے ایسا کمال پایا ہے　　جدھر کو دیکھئے آتا ہے تو نظر ہم کو
کبھی صیاد کا کھٹکا ہے کبھی خوف خزاں　　بلبل اب جان ہتھیلی پہ لیے بیٹھی ہے
ٹسوے بہا کے ہر گھڑی زاری نہیں ہے خوب　　یہ راز عشق ہے اسے مشہور مت کرو
ناداں سے ایک عمر رہا مجھ کو ربط عشق　　دانا سے اب پڑا ہے سروکار دیکھنا

چندا نے اپنے تجربات زندگی اور مشاہدات کو نسوانی زبان میں بڑے سلیقے سے پیش کیا ہے نسائی آواز ہی ان کے کلام کی سب سے نمایاں خصوصیت ہے ان کے کلام میں نسوانی احساس وجذبات کی پر اثر ترجمانی ہے ان کی غزلوں کے اکثر ضمائر میں صیغۂ تانیث کا استعمال ہوا ہے۔ جبکہ اردو کی پہلی صاحب دیوان شاعرہ لطف النساء امتیاز کے علاوہ اس دور کی اکثر خاتون شعرا نے اپنے کلام کے ضمائر میں صیغۂ تذکیر استعمال کیا ہے۔ چندا کی شاعری کی اس خصوصیت کو بیان کرتے ہوئے اختر حسن صاحب رقم طراز ہیں اردو زبان کے لیے یہ بات باعث فخر ہے کہ اس کا دامن عورتوں کے افکار ادبی وشعری سے بھی مالا مال ہے۔ چندا کا انداز بیان نہایت شیریں اور

لطیف ہے اور یہ خصوصیت اس کو تمام اردو شعر کہنے والی عورتوں سے ممتاز کرتی ہے۔ بحوالہ (مرقع سخن) درج ذیل اشعار میں نسائیت اور داخلی رنگ ملاحظہ کیجئے۔

جو پوچھے ہجر کی حالت مری وہ بے وفا ہنس کر | تصدق ہو کے کہہ با آہِ سرد و چشم تر قاصد
مری نازک مزاجی کی خبر رکھتا نہیں ہرگز | وہ سنگیں دل نہیں ممکن کسی کا ہو کبھی عاشق
شاہ و گدا تو دنگ ہوئے رقص پر ترے | عاشق ہے نیم جان ، نئی لیے میں تان بھر
حسن کے شعلے سے تیرے جب کہ ٹپکے ہے عرق | شرم سے بس ابر کے دامن میں ہے تر آفتاب

چندا کو رسالتِ مآبؐ اور حضرت علیؓ سے بہت گہری عقیدت تھی اپنے دیوان کی ۱۲۵ غزلوں میں سے ۱۱۸ کے مقطعوں میں حضرت علیؓ سے اپنی بے پناہ محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے ان سے استمداد طلب کی ہے۔ مثال کے لیے ذیل کے اشعار ملاحظہ کیجئے:

سو جان سے ہوگی وہ تصدق میرے مولا | چندا کی جو کونین میں امداد کرو گے
یہ ہی مراد و مقصد ومطلب ہے یا علی | چندا پہ لطف و رحم ہو ہر دوسرا کے بیچ
چندا کو تم سے چشم یہ ہے یا علی کہ ہو | خاکِ نجف کو سرمۂ ابصار دیکھنا
روشن رکھو جہان میں مولا مثال مہر | چندا کے منھ سے نور کو تم دور مت کرو
عمر بھر یوں ہی رہے حسن کا چندا جلوہ | آرزو رکھتے ہیں یہ
حیدر کرار سے ہم
گرمی وہ ہوئے حسن میں چندا کے یا علی | جلوے کو اس کے دیکھ لے بس لوٹ جائے برق

چندا نے شادی نہیں کی مگر اس کی پروردہ سیکڑوں کنیزیں اور کئی خانہ زاد تھے۔ آصف جاہ ثانی، ارسطو جاہ اور چندو لال کے بعد ایک یہی تھی جس نے علم و ادب کی شمع دکن میں روشن کر رکھی تھی۔ چندا نے اپنی زندگی ہی میں

مقبرہ بنوالیا تھا اور آج وہ وہیں آسودۂ خواب ابدی ہے۔ چندا کا شعری فن اکتسابی نہیں بلکہ ذوق اور فطرت کا آفریدہ تھا۔انھوں نے جس ماحول میں زندگی گزاری وہاں رات دن شعروشاعری کی محفلیں آراستہ ہوا کرتی تھیں یہ ماحول کسی کو بھی موزوں طبع بنانے کے لیے معاون ثابت ہوسکتا تھا۔جبکہ چندا میں یہ خصوصیات وہبی تھیں۔

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

حوالہ جات:

۱۔ ماہ لقا: حالات زندگی مع دیوان۔دسمبر 1998 راحت عزمی

۲۔ روزنامہ سیاست: حیدرآباد،۲۹ مئی 2015 سید حسن علی

۳۔ ماہ لقا چندا بائی :اردو کی پہلی نسائی آواز ۔ڈاکٹر راحت سلطانہ

۴۔ افاداتِ زور: جلد چہارم محی الدین قادری زور

۵۔ حیات ماہ نامہ: غلام ہمدانی گوہر

۶۔ مہ لقا: ڈاکٹر ثمینہ شوکت

۷۔ دیوان مہ لقابائی چندا: پروفیسر شفقت رضوی